رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM, WEEKLY QADIAN

ہفتہ وار

الحکم

دور جدید

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

قیمت فی پرچہ دو آنہ

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی
مجاہد مصری

چندہ
والیان ریاست سے ما،
رؤسا و امراء سے صہ
معاونین سے عسہ
عوام سے حمہ
ممالک غیر سے ۱۲ آ

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے

جلد ۳۷ | قادیان ۱۴ اگست سنہ ۱۹۳۴ء مطابق ۱۰ جمادی الاول سنہ ۱۳۵۳ھ یوم سہ شنبہ | نمبر ۳۰

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ بنصرہٖ کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے۔ وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حال ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی

ظاہری صورت میں زندہ رہے

اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے اللّٰھم آمین

خاکسار

مرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

تبلیغ و اشاعت کا بہترین ذریعہ
الحکم ایک سو لائبریریوں میں جاری کراؤ

الحکم کے دفتر میں روزانہ ایسے خطوط موصول ہوتے ہیں۔ جن میں الحکم کے دور جدید کی قبولیت کا ذکر بہترین الفاظ میں ہوتا ہے۔ اور سیرت المہدی اور دیگر سرخیوں کے ماتحت مضامین کا قلوب پر بہترین اثر کے نتائج کا اظہار ہوتا ہے۔

ہمارے ایک مبلغ نے بتلایا کہ وہ ایک ریلوے گارڈ کو عرصہ سے تبلیغ کرتے تھے۔ مگر اسے فائدہ نہ ہوا۔ بالآخر اسے الحکم دیا گیا۔ جس کا سیرت المہدی کا باب وہ امعان سے پڑھا کرتا تھا۔ چند ہی روز میں وہ اس قدر متاثر ہوا کہ احمدی ہو گیا۔ اس نے کہا کہ حضرت کی لائف و سیرت ہزاروں دلائل سے بڑھ کر ہے۔ کہ وہ خود قلوب کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اس میں ایک نور ہے جو دل میں خود بخود دھنستا جاتا ہے۔ اس امر کا اعتراف نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوؤں کی طرف سے بھی ہوا ہے۔

عبدالکریم خاں صاحب رامپور (کشمیر) کا مکتوب گرامی
گذشتہ ڈاک میں

الحکم کے ایک مضمون کے متعلق مکرم و محترم عبدالکریم خان رامپور (کشمیر) سے لکھتے ہیں کہ:-

"آج اخبار الحکم مورخہ ۷ر اگست ۱۹۴۴ء کا پرچہ ملا۔ سرخیوں پر نظر دوڑائی۔ تو ایک نہایت دلکش سرخی "مبلغین احمدیت کے کارنامے" دکھائی دی۔ مولانا نعمت اللہ خان شہید کے حالات پڑھے۔ دوسری دفعہ پھر پڑھے۔ دونوں دفعہ رونے کے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر ایک غیر مسلم بھائی پنڈت مادھو رام صاحب محرر کا ہیواہی رام پور (کشمیر) نے پڑھا اُن کے بھی آنسو نکل آئے۔ دو تین غیر احمدیوں کو بھی وہی مضمون پڑھایا گیا وہ بھی اشک شوئی بغیر واپس نہ جا سکے۔ خواجہ غنی جو صاحب چوہدری بازار رام پور (کشمیر) نے بھی حالات پڑھ کر آنسو بہائے۔ اور لعنت بھی بھیجی سنگ دل مفتیوں اور عالموں پر۔ جنھوں نے ایک اسلام کے باخبر مبلغ کی سنگساری کا فتویٰ دیا تھا۔ اور ان کی اس مذموم حرکت پر نفرت کیا۔ میری تمنا ہے کہ اگر اس سرخی کے تحت آئندہ بھی مضامین شائع ہوتے رہے تو غیر احمدیوں میں بہترین تبلیغ کا موجب ہونگے۔ اللہ تعالیٰ عرفانی صاحب کو ایک لمبی عمر عطا فرمائے۔ تاکہ جو اُن کے پاس اُس پاک وجود کی امانت ہے وہ بشکل شمار کر کے خادمان مسیح کے حوالہ کر سکیں۔ وباللہ التوفیق"

اس قسم کے اقتباسات کو اگر جمع کیا جائے تو وہ ایک کتاب بن جائے گی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ الحکم روحانی ترقی اور صفائی قلب کے علاوہ تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس لئے ہندوستان میں تبلیغ کی غرض سے یہ تجویز کی گئی ہے کہ الحکم کا ایک سو پرچہ ہندوستان کی مختلف لائبریریوں کے نام جاری کیا جائے جہاں ہر قسم کے لوگ اور ہر طبقہ کے لوگ آکر اخبارات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس لئے میں ایسے سو دوستوں کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں جو سلسلہ کی تبلیغ کی تڑپ اپنے اندر رکھتے ہیں کہ وہ کم از کم ایک ایک لائبریری کے نام ایک ایک پرچہ جاری کرا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

سب سے اول اس فہرست کا افتتاح حاجی عبداللطیف صاحب تاجر بغداد نے دو لائبریریوں کے نام الحکم جاری کرا کے کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کو انکے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

آئندہ ایسے تمام دوستوں کے نام اس کالم میں شائع ہوتے رہینگے۔ جو لائبریریوں کے نام اخبار جاری کرا دینگے۔ ضرورت ہے کہ ۹۸ اور حاجی عبداللطیف جیسے دوست پیدا ہوں۔ جن کے سینہ میں یہ درد اور جوش ہو۔

رموزِ احمدیت
تعلیم و تلقین
دہ شرائط بیعت

(از مولوی محمد احمد صاحب بی۔ اے ایل ایل بی وکیل کپورتھلہ)

شرک را مردود حق پنداشتن
رستن از فسق و فجور و کذب و زور
ہم نیاز ردن کس از دست و زباں
با نماز و توبہ و ذکر و درود
گفتۂ قرآن و فرمانِ رسولؐ
خیر خواہ نوعِ انسانی شدن
زندگی بُردن بمسکینی بسر
در مصیبت بیش از آرام ہم
در فنونِ سوز و سازِ زندگی
عہد بیعت با مسیحا بستنی

رایتِ توحید بر افراشتن
سوئے نامحرم نظر نگماشتن
پاس مُسلم را مسلّم داشتن
ہم تہجد را فرو نگذاشتن
عین دستور العمل پنداشتن
در جہاں تخمِ مروت کاشتن
نخوت و کبر و منی بگذاشتن
جانبِ مولا قدم برداشتن
دیں بدنیا بر مقدم داشتن
ہرچہ از خود بود زوانگاشتن

از ہمہ محبوب او محبوب تر
وز ہمہ مطلوب او مطلوب تر

درخواست دعاء

حضرت والد صاحب قبلہ کی علالت طبع کا زمانہ بہت لمبا ہو گیا ہے۔ جب سے وہ بیمار ہوئے اب تک طبیعت میں پہلا سا رنگ پیدا نہیں ہوا۔ ضعف و ناتوانی کی یہ حالت ہے کہ یک بیک وہ ایسا غلبہ کر لیتی ہے کہ نہ آنکھ کھلتی ہے۔ اور نہ بات کرنے کو دل چاہتا ہے۔

کچھ علاج معالجہ کرنے سے حالت درست ہو جاتی ہے۔ لیکن پھر کسی دوسرے وقت ایسا حملہ ہو جاتا ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ دردِ دل سے دعا فرماویں تاکہ یہ بابرکت وجود پورے طور سے تندرست ہو کر پہلے کی طرح خدمت سلسلہ کو انجام دے۔ آمین

(محمود احمد عرفانی)

خوش آمدید

مکرم و محترم سید محمود اللہ شاہ بی۔ اے، جو الحکم کے معاونین و انصار میں ہونے کے علاوہ سلسلہ کے معزز فرد ہیں۔ اور حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ثانی کے ساتھ بھی آپ کو نسبتی بھائی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور آپ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ ناظر دعوت و تبلیغ کے برادر اصغر ہیں۔ گزشتہ پانچ سال سے افریقہ میں بسلسلہ ملازمت محکمہ تعلیم مقیم تھے۔ ۱۵ر اگست ۱۹۴۴ء کو ۱۲ بجے کی گاڑی سے قادیان تشریف لائے قادیان کے اسٹیشن پر حضرت اقدس نے خود بمع حرم ثانی کے جو آپ کی حقیقی بہن ہیں اور جماعت کے بہت سے احباب نے نیز احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن قادیان کے صدر اور ممبران نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ بڑے سے پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔

الحکم آپ کی آمد کی تقریب پر ہدیہ خوش آمدید اور ویلکم پیش کرتا ہے۔

الحکم کا مطالبہ

اگر آپ اب تک خریدار نہیں تو ہو جاؤ۔
اگر آپ نے اب تک کوئی خریدار نہیں دیا تو اگلی اشاعت سے پہلے دے دو۔

سیرت المہدی کا ایک ورق

میں بعض پرانے کاغذات دیکھ رہا تھا کہ ان میں مکرمی مولوی محمد عبد اللہ صاحب امیر جماعت سرگودھا کا ایک مکتوب ملا۔ جو انھوں نے الحکم میں اشاعت کے لئے شاید بھیجا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ وہ شائع ہوا یا نہیں۔ تاہم چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ پر مشتمل ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اسے شائع کر دوں۔ حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کی روایات کا سلسلہ اگلی اشاعت میں بدستور جاری رہے گا۔ (عرفانی)

حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب

مسئلہ کفر و اسلام کا فیصلہ

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ مطبوعہ اخبار الحکم مورخہ ۲۴؍ اگست ۱۹۰۰ء میں آیت ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ و یقولون نؤمن ببعض و نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا ہ اولٰئک ھم الکفرون حقا کی تفسیر فرماتے ہوئے۔ اس کے مضمون کو موجودہ زمانہ کے مامور اور منکرین پر جس طرح چسپاں کیا۔ ہم اس کا ضروری اقتباس ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اور شائقین اور متلاشیان حق کو متوجہ کرتے ہیں وہ اخبار الحکم کے پورے خطبہ کا مطالعہ کر کے فائدہ اٹھاویں اور موجودہ اختلافات جماعت میں جو مسئلہ کفر و اسلام کو بھی ایک وجہ اختلاف قرار دیا گیا ہے۔ دیکھیں کہ اس میں حق کس کی طرف ہے۔

فرمایا:۔ "ہم میں خاص اسی رنگ اور اسی نمونہ پر ایک فرستادہ ربانی اور مرسل یزدانی موجود ہے۔ ... میں صاف صاف کہتا ہوں اور بصیرت اور شرح صدر سے کہتا ہوں کہ اسی قسم کا ایمان جو اس امام کے متبوع اور مقتدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بنسبت چاہا گیا ہے ...... تو کیا وجہ ہے کہ مرسلان الٰہی میں تفرقہ رکھی جاوے۔ بخدائے عظیم مجھے تو ذرا بھی تردد نہیں اس بات کے کہنے میں کہ اسوقت مفرق بھی وہی لوگ ہیں جو بعض کو مانتے اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔"

اخیر میں حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ:۔

"اسوقت حضرت امام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر میں غلو کر رہا ہوں۔ اور میری زبان حق کے بیان کرنے میں کجی اور ناانصافی کی طرف جا رہی ہے تو میرے بیان کی اس وقت اصلاح کر دیں۔ اور سامعین خطبہ پر اسوقت کھول دیں کہ میں نے غلط بیان کیا ہے۔ اس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اسی دن بوقت ملاقات مولوی صاحب کو فرماتے ہیں:۔

"یہ بالکل میرا مذہب ہے جو آپ نے بیان کیا"

نوٹ

۲۹؍ دسمبر ۱۹۱۶ء کو سالانہ جلسہ کے موقعہ پر حضرت مفتی محمد صادق **سیرت مسیح موعود**

صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ میں جو تقریر فرمائی تھی چونکہ اس کا ایک حصہ حضرت مسیح موعودؑ کے حالات اور آنحضور کی سیرت کے بارہ میں ہے۔ اور میں نے مختصر طور پر اس کے نوٹ لئے ہوئے ہیں میں ان کو الحکم میں شائع کرنے کے واسطے بھیجتا ہوں تاکہ محفوظ ہو جائیں۔ مجھے یہ علم نہیں کہ یہ تقریر کسی اخبار میں شائع ہوئی ہے یا نہیں۔ مگر اخبار الحکم میں شائع نہیں ہوئی۔ حضرت مفتی صاحب حضرت مسیح موعود کے نہایت مخلص صحابی ہیں اور حضرت صاحب کی صحبت میں بھی بہت رہے ہیں۔ اسواسطے ان کے بیان کردہ حالات ناظرین کے واسطے بہت ہی مفید اور نتیجہ خیز ہونگے

(۱)

مولوی محمد احسن صاحب نے کسی جگہ مباحثہ کیا جس میں وہ کامیاب ہوئے۔ انھوں نے ایک خاص آدمی حضرت صاحب کی طرف بھیجا کہ جا کر حضرت صاحب کو خوشخبری دو کہ ہماری بہت فتح ہوئی ننگل خان اس کا نام تھا اس نے آخر دروازہ پر دستک دی۔ حضرت صاحب نے اندر سے کہلا بھیجا کہ پوچھو کون آدمی ہے اور کیا کہتا ہے اس نے جواب دیا کہ میں سوائے حضرت صاحب کے اور کسی کو بتا نہیں سکتا۔ آخر حضرت صاحب نے مجھے (مفتی صاحب کو) بھیجا میں نے پوچھا کہ کیا ہے؟ اس نے مجھے بھی نہ بتایا اور کہا کہ حضرت صاحب کو ہی بتانا ہے میں نے جا کر حضرت صاحب کو کہہ دیا۔ آخر اس نے حضرت صاحب کو یہ پیغام دیا کہ مولوی صاحب (محمد احسن) نے مباحثہ جیت لیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ زور تو اس نے اتنا بڑا دیا تھا کہ میں نے سمجھا شاید یورپ مسلمان ہو گیا"

اس سے حضرت صاحب کی یہ آرزو پائی جاتی ہے جو کہ آپ کو یورپ کے مسلمان ہو جانے کے متعلق تھی۔

(۲)

حضرت مسیح موعود لوگوں سے بہت ہی نرم سلوک کیا کرتے تھے جب حضرت سیر کو نکلتے ایک کہہ دیتا کہ ادھر چلو ادھر ہی چلے جاتے۔ دوسرا کہہ دیتا کہ حضرت آج ادھر چلیں آپ اُدھر ہی چلے جاتے۔ جب سفر کا ارادہ ہوتا تو میں حاضر ہو جاتا۔ پوچھتے مفتی صاحب کون سا سفر اختیار کریں؟ میں ریل کا کہہ دیتا تو وہی مان لیتے۔

(۳)

ایک مہمان نے آ کر کہا کہ بستر نہیں ہے۔ حضرت صاحب نے حافظ حامد علی (خادم مہمان خانہ) کو کہا کہ لحاف اس کو دے دو۔ حامد علی صاحب نے کہا کہ بہت سے لحاف اسی طرح چوری ہو گئے ہیں یہ شخص بھی لحاف لے جاوے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ "اگر یہ لحاف لے گیا۔ تو اس کا گناہ ہوگا۔ اور اگر بغیر لحاف کے سردی سے مر گیا تو ہمارا گناہ ہوگا۔

(۴)

ایک دفعہ مہمان کثرت سے آ گئے بیوی صاحبہ گھبرائیں مجھے جو حضرت صاحب نے مکان دے رکھا تھا وہ بالکل نزدیک تھا میں سنتا رہا۔ حضرت صاحب نے بیوی صاحبہ کو ایک کہانی سنانی شروع کر دی فرمایا ایک شخص کو جنگل میں رات آ گئی انھوں نے ایک درخت کے نیچے بسیرا کر دیا۔ اس درخت کے اوپر ایک کبوتر اور کبوتری کا گھونسلہ بنا ہوا تھا۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے کہ آج ہمارے ہاں مہمان آیا ہے اس کی کیا خاطر کریں۔ نر نے کہا کہ سردی ہے بستر اس کے پاس نہیں۔ ہم اپنا آشیانہ گرا دیں اس سے آگ جلا کر یہ رات گذار لے گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر انھوں نے سوچا کہ اب کھانا اس کے واسطے نہیں ہے۔ ہم دونوں اپنے آپ کو نیچے گرا دیں تاکہ یہ ہمیں ہی کھا لے۔" یہ کہانی آپ نے بیوی صاحبہ کو سنائی جس کو بوجہ قرب مکان کے سنتا رہا۔

(۵)

حضرت صاحب مجھ پر مہربانی فرماتے تھے میں ایک دفعہ حاضر ہوا۔ مسجد مبارک کے ساتھ کے کمرے میں مجھے رہائش عطا ہوئی۔ ساتھ کے کمرے میں حضرت صاحب خود رہتے تھے۔ میں بی۔ اے کی تیاری کر رہا تھا پڑھتا رہتا تھا۔ حضرت نکلتے۔ کبھی مٹھائی دے جاتے۔ کبھی کچھ دے جاتے۔ حضرت کو کچھ خارش کی شکایت تھی ہاتھوں پر خارش تھی۔ ہمیں بھی یہ خارش کی شکایت تھی حضرت نے مسجد میں ذکر کیا کہ ہم نے خارش کی ایک عمدہ دوائی بنائی ہے۔ مولوی عبد الکریم صاحب نے بھی طلب کی فرمایا بھیجیں گے۔ چنانچہ ان کو بھی پیالہ بھرا ہوا کڑوی دوائی کا بھیجا گیا۔ انھوں نے کڑوا سمجھ کر واپس کر دیا۔ ہمیں بھی معلوم ہو گیا۔ دوپہر کے وقت حضرت کا دروازہ کھلا پیالہ ہاتھ میں تھا۔ مجھے بھی دینے لگے۔ میں مٹھائی خور تھا مجھے خیال تھا کہ پیالہ تلخ ہے۔ میں نے کر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا پی لو۔ میں نے کہا کہ پی لوں گا۔ آپ نے فرمایا ابھی پی لو۔ پیالہ واپس لینا ہے۔ میں نے پیالہ لے لیا۔ اور جلدی جلدی پینا شروع کر دیا۔ آدھا ختم ہوا۔ پھر جلدی جلدی باقی بھی پی گیا۔ جب پی چکا تو میں نے کہہ دیا کہ میٹھا ہے۔ فرمایا ادب کا طریق یہی ہے۔

(۶)

حضرت بچوں کو مارنے کے بہت مخالف تھے ایک تعلیم الاسلام کے استاد نے لڑکے کو مارا فرمایا آرڈر دے دو کہ جو استاد مارے

انکو مدرسہ سے خارج کر دیا جاوے۔ آپ عورتوں کو بالنے کے بھی مخالف تھے۔

(۷)

سب الہام پہلے بیوی صاحبہ کو سنایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کتاب لکھتے لکھتے مسیح کے متعلق ایک نئی دلیل سمجھ میں آئی۔ بیوی صاحبہ کو سنا دیا۔

(۸)

آپ بڑے بڑے سفروں میں بیوی صاحبہ اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے اور حتی الوسع اپنے کمرہ میں بٹھایا کرتے تھے۔ آپ ایک دفعہ ایک پلیٹ فارم پر ٹہل رہے تھے۔ بیوی صاحبہ بھی برقع پہنے ہوئے ساتھ ساتھ ٹہل رہی تھیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے پسند نہ کیا اور عرض کیا کہ حضور بیوی صاحبہ کو کسی الگ جگہ بٹھا دیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں تمھارے ان رسمی پردوں کو نہیں جانتا کیا ان کو قید کر دیا جاوے۔

(۹)

آپ سفر پر جاتے وقت اپنا لوٹا۔ بسترہ وغیرہ خوب سنبھالتے تھے۔

(۱۰)

آپ دواؤں کا استعمال بہت کرتے تھے۔ مگر افیون کو بہت ناپسند فرماتے تھے ایک دفعہ ایک حکیم نے کھانسی کا نسخہ دیکر بہت تعریف کی۔ پوچھا کہ اس میں افیون تو نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں اس کا استعمال نہ کرونگا۔

(۱۱)

حضرت صاحب پانچویں دن مہندی لگایا کرتے تھے اور پانچویں دن ہی حجامت بنواتے تھے۔ ابتداء میں بال سیاہ کرنے والا خضاب بھی لگایا کرتے تھے۔ پھر مہندی کا استعمال رکھا۔ پھر میر حامد شاہ صاحب نے ایک دوائی دی جو ملا کر لگائی جاتی تھی۔ وفات کے وقت آپکے بال سیاہ تھے۔

(۱۲)

ایک دفعہ لنگر کی روٹیاں چرانے کی شکایت ہوئی فرمایا کوئی روٹیاں نہ چرانے والا لاؤ۔ فرمایا یہ ایک روٹی کے واسطے دو دفعہ جہنم میں غوطہ لگاتا ہے اس کام کے لحاظ سے اس میں نقص بھی ہیں

(۱۳)

میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت کی بیعت کی تھی مگر بعض نقص بھی تھے۔ میں اور ظفر احمد صاحب حضرت صاحب کے ساتھ لدھیانہ سے امرتسر آئے۔ وہاں تھیٹر آیا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ دونوں ایک چارپائی پر گلی میں لیٹ جاویں۔ چنانچہ میں رات کو تھیٹر دیکھ کر واپس آگیا۔ انھوں نے حضرت صاحب سے شکایت کردی کہ حضرت یہ تھیٹر دیکھنے گیا تھا۔ فرمایا "انما الاعمال بالنیات"

یہ چشم پوشی کا وصف ہے۔

(۱۴)

حضرت نے جب آئینہ کمالات شروع کی۔ ابتدائی عبارت جب مولوی عبدالکریم صاحب نے سنی تو مولوی صاحب نے کہا کہ آپ عربی بھی لکھیں۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ عربی نہیں جانتے۔ اور یہ بھی کہا کہ طور پر جاؤ۔ فرمایا ہاں ہاں۔ چنانچہ ظہر کو آئے تو لکھ کر لائے۔ خوشی سے فرمایا کہ مولوی صاحب اتنی شعر تو لکھ لایا ہوں

(۱۵)

حضرت صاحب تصنیف کے وقت کوئی مطالعہ اور نوٹ وغیرہ نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ اپنی کتابیں بھی نہیں دیکھتے تھے۔ البتہ ایک دفعہ سارا قرآن پڑھ لیا کرتے تھے۔

(۱۶)

مجھے عبرانی پڑھنے کا حکم دیا جو مجھے اتفاق سے ایک یہودی نے لاہور میں پڑھائی۔ میں نے اسے تبلیغ کی وہ حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ جب میں پڑھ کر آیا تو فرمایا۔ سناؤ۔ میں سنانے لگ گیا۔ عربی کی لغت پاس رکھی تاکہ دیکھیں کہ عربی پرانی ہے یا عبرانی عبرانی میں ایک لفظ نقبیا تھا۔ (نوٹ اس کا یہ ہے کہ نقب سوراخ کو کہتے ہیں۔ اور وہ عورت میں ہوتا ہے اس واسطے یہ لفظ عورت پر بولا جاتا ہے۔ فرمایا کہ یہ لکھنے والا گندہ آدمی ہے نقاب کی وجہ سے اس کے معنے عورت کے ہیں۔

(۱۷)

حضرت صاحب نے انگریزی بھی پڑھنی شروع کی تھی انجیل پر شروع کی تھی۔ دو باب میں نے اپنے حصہ میں لئے۔ مرزا ایوب بیگ صاحب نے بھی لئے۔ میں نے دعا کے بعد لاہور سے دو انجیلیں لیں۔ خوشخط لکھ کر ان کے بجائے آگے ترجمہ کیا۔ وہ کاپی میں نے دکھائی آپ خوش ہوئے اور دوسروں کو روک دیا۔ آخر میں فرمایا مفتی صاحب اب میں چھوڑ دیتا ہوں۔ یہ تو اب آپ لوگوں کے واسطے کام رہنا چاہیئے۔

(۱۸)

گرمیوں میں ایک دن سخت گرمی تھی۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بھی موجود تھے گرمی کے ذکر پر مولوی عبدالکریم صاحب نے کہا کہ میں نے ایک دوست کو خط لکھا ہے کہ اس قدر گرمی ہے کہ اب تو خدا کی مشین بھی بند ہو گئی (یعنی حضرت صاحب نے بھی کام چھوڑ دیا ہے) اس پر فرمایا کہ نہیں۔ میں تو برابر کام کرتا ہوں۔ اس پر عرض کیا گیا کہ حضور پنکھا کیوں نہیں لگوا لیتے فرمایا "پنکھا اسواسطے نہیں لگواتا کہ ٹھنڈی ہوا لگے گی اور نیند غالب ہو جاوے گی اور غفلت پیدا ہوگی"

شمائل و اخلاق کی ایک شان

محض حالات سے متاثر نہ ہوتے تھے

خدا تعالیٰ کے مرسلین و ماموریں کی یہ عام سنت ہے کہ وہ عام حالات سے متاثر نہیں ہوتے — ان کی نقل و حرکت اللہ تعالیٰ کے اذن اور امر پر ہوتی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں یہ حقیقت نمایاں ہے۔ آپکے ارشادات اور ملفوظات، آپ کی تحریرات میں اس امر کو واضح کیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا۔ میں ایک مرد ہوں۔ کہ خدا میرے ساتھ گفتگو کرتا ہے۔ اور خاص خزانہ سے مجھے تعلیم دیتا ہے۔ اور اپنے ادب سے میری تادیب فرماتا ہے اپنی وحی مجھے بھیجتا ہے۔ میں اس وحی کی پیروی کرتا ہوں۔ ایسی صورت میں مجھے کونسی ضرورت ہے کہ میں اس کی راہ کو ترک کرکے دوسری متفرق راہیں اختیار کروں۔ جو کچھ اب تک میں نے کہا ہے اسی کے امر سے کہا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں۔ اور نہ اپنے خدا پر افترا کیا۔

آپ اللہ تعالیٰ کے امر اور اذن کے اسقدر مشتاق رہتے تھے کہ بعض ایک کام جو بظاہر نیک اور پسندیدہ ہو انکو بھی محض دوسروں کے اتباع میں کرنے سے پرہیز فرماتے اشاعت اسلام اور دعوۃ الی الحق آپ کی زندگی کا مقصد تھا آپ اس کے لئے حریص تھے۔ ایک مرتبہ آریوں نے جاپان ایک مشن بھیجنے کی تجویز کی۔ پنڈت رام بھجدت مشہور وکیل لاہور اس غرض کے لئے جاپان جانے کے لئے تیار ہو گئے تھے اور اعلان بھی کر دیا گیا۔ خواجہ صاحب کو جب یہ حالات معلوم ہوتے تو وہ دوڑے ہوئے قادیان آئے اور عرض کیا کہ اشاعت اسلام کے لئے ایک مشن جاپان بھیجا جاوے اور اپنے اسلوب بیان میں گویا اپنی خدمات کو پیش کر دیا

آپنے ساری تقریر خواجہ صاحب کی سُنی۔ اور نہایت سادگی سے فرمایا کہ ہمارے کام تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہیں جب وہ حکم دے گا پھر ہم کسی کی پروا نہیں کریں گے۔ لیکن اسوقت اگر ہم کوئی آدمی وہاں بھیجیں تو ہم کو خدا نہیں۔ آریہ الہام کرنے والے ہوں گے کہ ان کی تقلید ہم کر رہے ہیں آپ نے نہایت کراہت کے ساتھ اس کو رد کر دیا اور بہت بڑی تقریر فرمائی جس سے مومنین کے ایمان میں ترقی ہوئی

میں خواجہ صاحب کی نیت پر حملہ نہیں کرتا کہ انھوں نے کس غرض سے یہ عرض کیا۔ اور نہ مجھے یہ حقیقت واضح کرنی ہے۔ مجھے تو اپنے محبوب کے اخلاص توکل علی اللہ اور امر الٰہی کی تعمیل کا جوش اور اپنے تمام اعمال میں احکام الٰہیہ کی تعمیل کی تڑپ کو دکھانا ہے۔

ایک نہیں بیسیوں مثالیں اس قسم کی آپ کی زندگی میں پیش کی جا سکتی ہیں۔

(۲)

اسی طرح ۱۹۰۲ء میں ندوۃ کا جلسہ امرتسر ہونے والا تھا۔ اجمیر میں مشائخ کا ایک جلسہ ہونے والا تھا۔ اور دہلی میں ایک دربار۔ ہمارے صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نے کہا:۔ کہ نزول المسیح کی تقسیم کا اچھا موقعہ ہے۔ آپنے فرمایا یہ ٹھیک نہیں۔ ایسے موقعہ پر لوگ دیکھتے نہیں اشتہار سمجھ کر پھاڑ کر پھینک دیتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

سلسلہ کے لئے دیکھئے اخبار الحکم ۱۴؍ اگست ۱۹۳۴ء

میں پھر کہتا ہوں کہ اصل یہی ہے کہ سرشت میں دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک وہ لوگ جن کے قوٰے عمدہ ہیں اور وہ سعادت اور رشد کے پا جانے کے لئے استعدادوں سے یوں بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ جیسے ایک عطر کا شیشہ لبریز ہوتا ہے۔ تیل اور بتی سب کچھ موجود ہوتا ہے۔ صرف ایک ذرا سی آگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ایک ادنےٰ سی تحریک اور رگڑ سے روشن ہو اٹھتی ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ تھا۔ جس کی فطرت میں سعادت کا تیل اور بتی پہلے سے موجود تھی۔ اسلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم نے اس کو فی الفور متاثر کر کے روشن کر دیا۔ اس نے آپ سے کوئی بحث نہیں کی۔ کوئی نشان اور معجزہ نہ مانگا۔ معاً سُن کر صرف اتنا ہی پوچھا کہ کیا آپ نبوت کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! تو بول اٹھے کہ آپ سب گواہ رہیں میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔

یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ سوال کرنے والے بہت کم ہدایت پاتے ہیں۔ ہاں حسن ظن اور صبر سے کام لینے والے ہدایت سے پورے طور پر حصہ لیتے ہیں۔ اس کا نمونہ ابوبکر اور ابوجہل دونوں موجود ہیں۔ ابوبکر نے جھگڑا نہ کیا اور نشان نہ مانگے مگر اس کو وہ دیا گیا جو نشان مانگنے والوں کو نہ ملا۔ اس نے نشان پر نشان دیکھے اور خود ایک عظیم الشان نشان بنا ابوجہل نے حجت کی اور مخالفت اور جہالت سے باز نہ آیا۔ اس نے نشان پر نشان دیکھے۔ مگر دیکھ نہ سکا۔ آخر خود دوسروں کے لئے نشان ہو کر مخالفت ہی میں ہلاک ہوا۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ جن کی فطرت میں نور ایمان ہے۔ انھیں لمبی گوئی کی ضرورت نہیں۔ وہ ایک ہی بات سے مطلب پر پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے دل میں ایک روشنی ہوتی ہے وہ معاً آواز کے سنتے ہی منور ہو جاتے ہیں اور وہ الٰہی قوت جو ان کے اندر ہوتی ہے اس کی آواز سن کر جوش میں آ جاتی ہے اور نشو ونما پاتی ہے۔

.... اگر کسی زمانہ میں اصلاح کے لئے مامور پیدا ہوتا ہے تو جو لوگ اپنے اندر اس مامور کے لئے قبولیت اور ایمان کا رنگ پاتے ہیں وہ مبارک ہیں۔ لیکن جو اپنے دل میں قبض پاتا ہے۔ اور دل ماننے کی طرف رجوع نہیں کرتا اُس کو ڈرنا چاہیئے کہ یہ انجام بد کے آثار ہیں۔ اور محرومی کے اسباب ہیں۔

یقیناً سمجھو کہ یہ ایک راز کی بات ہے کہ جو حق کے قرائن اور دلائل دیکھ کر نہیں مانتا اور حسن ظن اور صبر سے کام نہیں لیتا اور اس روش میں رہتا ہے عمدہ سے عمدہ نشان اور قوی سے قوی دلائل اس کے پیش کئے جاتے ہیں۔ مگر وہ ان کو دیکھ کر سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ رد کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ تو اس کو رکنا چاہیئے۔ کہ یہ اشقیا والی عادت ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے اس جماعت نے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ جب انھوں نے اللہ تعالےٰ کا پیام سنا اور مامور من اللہ کی آواز ان کے کان میں پہنچی۔

وہ مخالفت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فکر معکوس اور بخل بیجا اور عداوت کی وجہ سے اُس کی تردید کی فکر میں لگ گئے پھر اسی پر بس نہیں کی۔ انسان چونکہ ترقی کرتا ہے۔ دوستی ہو یا دشمنی۔ آخر بڑے بڑے مقابلوں اور ناپاک منصوبوں تک پہنچ کر ہلاکت کی گھڑی آ جاتی ہے۔

ایسا ہی حال پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ہوا۔ ایک گروہ نے ایمان میں وہ ترقی کی کہ بکریوں کی طرح خدا کا حکم پا کر ذبح ہو گئے۔ اور کچھ پروا نہیں کی۔ بیوی بچوں کا کیا حال ہو گا۔ اُن کو کچھ ایسی شراب محبت پلائی گئی کہ نثار و فدا ہو کر جانیں دے دیں۔ یہ تصرف اس نظارہ کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح پر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی۔

یہ مت خیال کرو۔ کہ صرف بیعت کر لینے سے ہی خدا راضی ہوتا ہے۔ یہ تو صرف پوست ہے اور مغز اُس کے اندر ہوتا ہے۔ چھلکا کوئی کام کی چیز نہیں۔ مغز ہی لیا جاتا ہے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ کوئی ان میں مغز رہتا ہی نہیں۔ اور مرغی کے ہوائی انڈوں کی طرح جن میں نہ زردی ہوتی ہے اور نہ سپیدی جو کسی کام نہیں آ سکتے اور ردی کی طرح پھینک دیئے جاتے ہیں۔ ہاں ایک دو منٹ تک کسی بچہ کے کھیل کا ذریعہ ہو تو ہو۔ اسی طرح پر انسان جو بیعت اور ایمان کا دعوےٰ کرتا ہے۔ اگر وہ ان دونوں باتوں کا مغز اپنے اندر نہیں رکھتا تو اسے ڈرنا چاہیئے کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ اس ہوائی انڈے کی طرح ذرا سی چوٹ سے چکنا چور ہو کر پھینک دیا جاوے گا۔

اسی طرح جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اسکو ٹٹولنا چاہیئے کہ کیا میں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان محبت۔ اطاعت۔ بیعت۔ اعتقاد۔ مریدی اسلام کا مدعی سچا مدعی نہیں ہے۔ یاد رکھو یہ سچی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حضور مغز کے سوا چھلکا کی کچھ بھی قیمت نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ معلوم نہیں موت کس وقت آ جاوے لیکن یہ یقینی امر ہے کہ مرنا ضرور ہے۔ پس نرے دعوے پر ہرگز کفایت نہ کرو اور نہ خوش ہو جاؤ۔ وہ ہرگز ہرگز فائدہ رساں چیز نہیں جب تک انسان اپنے آپ پر موت وارد نہ کرے اور بہت سی تبدیلیوں اور انقلابات میں ہو کر نہ نکلے وہ انسانیت کے اصل مقصد کو پا نہیں سکتا۔

انسان اصل میں اُنسان سے لیا گیا ہے یعنی جس میں دو حقیقی اُنس ہوں۔ ایک اللہ تعالےٰ سے دوسرا بنی نوع کی ہمدردی سے۔ جب یہ دونوں اُنس اس میں پیدا ہو جاویں۔ اُسوقت انسان کہلاتا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جو انسانیت کا مغز کہلاتی ہے۔ اور اسی مقام پر انسان الوالالباب کہلاتا ہے۔ جب تک یہ نہیں کچھ بھی نہیں ہزار دعویٰ کرو اور دکھلاؤ۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کے نبی اور فرشتوں کے نزدیک ہیچ ہے۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تمام انسان نمونہ کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور نمونہ انبیاء علیہم السلام کا وجود ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ درختوں پر کلام الٰہی لکھا جاتا مگر اس نے جو پیغمبروں کو بھیجا اور اُن کی معرفت کلام الٰہی نازل فرمایا اس میں سر یہ تھا کہ انسان جلوہ الوہیت کو دیکھے جو پیغمبروں میں ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ پیغمبر الوہیت کے مظہر اور خدا نما ہوتے ہیں۔ پھر سچا مسلمان اور معتقد وہ ہوتا ہے جو پیغمبروں کا مظہر ہے۔ صحابہ کرام نے اس راز کو خوب سمجھ لیا تھا۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ایسے گم ہوئے اور کھوئے گئے کہ ان کے وجود میں اور کچھ باقی رہا ہی نہیں تھا۔ جو کوئی ان کو دیکھتا تھا اُن کو محویت کے عالم میں پاتا تھا پس یاد رکھو کہ اس زمانہ میں بھی جب تک وہ محویت اور وہ اطاعت میں گمشدگی پیدا نہ ہو گی۔ جو صحابہ کرام میں پیدا ہوئی تھی۔ مریدوں۔ معتقدوں میں داخل ہونے کا دعوےٰ تب ہی سچا اور بجا ہو گا اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو جب تک یہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم میں سکونت کرے اور خدا تعالےٰ کے آثار تم میں ظاہر ہوں اُسوقت تک شیطانی حکومت کا عمل دخل موجود ہے

شیطان جھوٹ ظلم۔ جذبات خون۔ طول امل۔ ریا اور تکبر کی طرف بلاتا ہے اور دعوت کرتا ہے۔ اس کے بالمقابل اخلاق فاضلہ۔ صبر۔ محویت۔ فنا فی اللہ۔ اخلاص۔ ایمان۔ فلاح یہ اللہ تعالیٰ کی دعوتیں ہیں۔ انسان دونوں طرف تجاذب میں پڑا ہوا ہے۔ پھر جس کی فطرت نیک ہے اور سعادت کا مادہ اس میں رکھا ہوا ہے وہ شیطان کی ہزاروں دعوتوں اور جذبات کے ہوتے ہوئے بھی اس فطرت رشید سعادت اور سلامت روی کے مادہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف دوڑتا ہے اور خدا ہی میں اپنی راحت تسلی و اطمینان کو پاتا ہے۔ مگر ہر چیز کے لئے نشان ضرور ہوتے ہیں۔ جب تک اس میں وہ نشان نہ پائے جائیں وہ معتبر نہیں ہو سکتی۔

دواؤں کو طبیب شناخت کر لیتا ہے۔ سنفشہ۔ خیار شنبر تربد میں اگر وہ صفات نہ پائے جائیں۔ جو ایک بڑے تجربہ کے بعد اُن میں متحقق ہوئے ہیں۔ تو طبیب اُن کو ردی کی طرح پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح پر ایمان کے نشانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بار بار اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ جب ایمان انسان کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت یعنی جلال۔ تقدس۔ کبریائی۔ قدرت اور سب سے بڑھ کر لا الٰہ الا اللہ کا حقیقی مفہوم داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کے اندر سکونت اختیار کرتا ہے۔ اور شیطانی زندگی پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور روحانی زندگی کا تولد ہوتا ہے۔ جیسے بچہ کا تولد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں اسی تولد کی طرف ایما فرمایا ہے الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ یہ چار صفات اللہ تعالیٰ کی بیان کی گئی ہیں۔ یعنی وہ خدا جس میں تمام محامد

ہیں۔ کوئی خوبی سوچ اور خیال میں نہیں آسکتی جاسکتی جو اس میں نہ پائی جاتی ہو۔ بلکہ انسان کبھی بھی اُن محامد اور خوبیوں کو جو اللہ کریم میں پائی جاتی ہیں کبھی بھی شمار نہیں کر سکتا۔ جو خدا اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہی کامل اور سچا خدا ہے۔ اسی لئے قرآن کو الحمد للّٰہ [illegible] سے شروع فرمایا ہے۔ دوسری قوموں اور کتابوں نے جس خدا کی طرف دنیا کو دعوت کی ہے۔ وہ کوئی نہ کوئی عیب اپنے اندر رکھتے ہیں۔ کسی کے ساتھ نہیں کسی کے کان نہیں۔ کوئی گونگا ہے۔ کوئی کچھ۔ غرض کوئی نہ کوئی عیب اور روگ موجود ہے۔ مثلاً عیسائیوں نے جس کو خدا بنا رکھا ہے۔ سوچنے والا انسان سوچ سکتا ہے اگر یہ ۱۹۰۰ برس کی مدت اُن کے اس خیالی ڈھکوسلہ پر نہ گذر گئی ہوتی تو کچھ بھی اُن کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ اب صرف بیہودہ بات کی کہ ۱۹۰۰ برس سے یہ مذہب چلا آتا ہے۔ کوئی دلیل مسیح کی خدائی کی نہیں ہے۔ مسیح کو خدا بنانے والوں کو باوجود اس فلسفہ دانی کے شرم آجاتی — اگر سوچتے کہ کبھی کیا عورت کے پیٹ سے معمولی طور پر پیشاب کی راہ پیدا ہونے والا ضعیف ناتوان بچہ جو کھانے پینے کا محتاج۔ پاخانہ اور پیشاب کی حاجتوں کا پابند تمام انسانی حوائج کا اسیر اور محتاج ہو خدا ہو سکتا ہے؟ صرف اتنی ہی بات ہے کہ پرانی بات ہو کر اُنھوں نے قائم مقام دلیل کے بنا لی ہے۔ جیسے ہندوؤں کے خیال میں گنگا کے پانی میں ست اور برکت خیالی طور پر رکھی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ ایک معمولی دریا ہے۔ جس میں مینڈک۔ کچھوے۔ اسی طرح موجود ہیں جیسے اور دریاؤں میں۔ اور اس میں مردوں کی ہڈیاں ڈالی جاتی ہیں۔ اب اگر ایک ہندو سے اس کی دلیل پوچھیں تو وہ یہی کہے گا کہ میرے دل میں دلیل ہے بیان نہیں کر سکتا۔ ایسا ہی نادان آریوں نے جو پرمیشر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ ایک مستری اور کاریگر سے بڑھ کر نہیں۔ کیونکہ بجز جوڑنے جاڑنے کے خالقیت کے اعلیٰ جوہر سے وہ بے بہرہ ہے ساوح اور ذرات عالم پر اس کا کوئی تصرف نہیں۔ کیونکہ اُس نے ان کو پیدا ہی نہیں کیا۔ وہ کبھی اپنے بندوں کو نجات نہیں دے سکتا۔ کیونکہ پھر سارا کارخانہ ہی بگڑتا ہے اور ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ وہ اپنے کسی مخلص بندے کی دعا ہی نہیں سُن سکتا۔ اور نہ کسی کو وہ اپنے فضل سے کچھ دے سکتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ وہ کسی کو دیتا ہے اُس کے ہی کرموں کا پھل ہوتا ہے۔ غرض ہر قوم اور کتاب نے جیسا خدا پیش کیا ہے اُس کو دیکھ کر شرم آجاتی ہے یہ فضیلت اور فخر اسلام ہی کو ہے۔ اس کا ماننے والا کبھی شرمندہ نہیں ہو سکتا۔ اس نے کامل خدا کا پتہ بتلایا ہے اور کامل ہی کے حضور جائے گا۔

(الحکم جلد ۴ نمبر ۵)

یہ محض اللہ تعالےٰ کا احسان اور فضل ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے عظیم الشان احسان فرمایا۔ اگر آپ کا وجود باوجود دنیا میں نہ آتا۔ تو رام رام کہنے والوں کی طرح بہت سے چھوٹے اور بے ہودہ اینٹ پتھر وغیرہ معبود بنائے جاتے۔ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ نبی معصوم صلے اللہ علیہ وسلم آیا اور بت پرستوں سے اُس نے نجات دی یہی وہ راز ہے کہ یہ درجہ صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن احسانوں کے معاوضہ میں ملا کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

ادھر ہندوؤں نے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو خدا بنا رکھا تھا اسوقت کی حالت سے کوئی نہیں بتلا سکتا کہ موحد فرشتہ کہاں رہتا تھا۔ اس سے اللہ تعالےٰ نے اور اُس کے تقاضے کا پتہ لگتا ہے کہ کیوں کر تاریکی کے وقت اس کی غیرت ہدایت کا تقاضا کرتی ہے۔ ہندو رام رام اور عیسائی ربنا الیسوع ربنا الیسوع پکارتے تھے۔ کوئی ایسا نہ تھا جو خدا کا نام لیتا۔ کروڑوں پردوں میں اللہ تعالےٰ کا جلالی اسم مخفی تھا۔ اللہ جل شانہ نے جب احسان کرنا چاہا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ آپ کا نام محمد تھا۔ جس کے معنی ہیں نہایت ہی تعریف کیا گیا۔ جو باب تفعیل سے آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی اُسی قدر قابل تعریف ٹھیرتا ہے۔ جس قدر کام کرتا ہے۔ پہلے نبی خاص قوموں کے لئے آتے تھے۔ اور ایک نقص یہ تھا کہ ایک عظیم الشان اصلاح کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ مثلاً حضرت مسیح جب آئے تو وہ صرف بنی اسرائیل ہی کی گمشدہ بھیڑوں کو اکٹھا کرنے کے لئے آئے۔ یہودیوں کے پاس اُسوقت توریت موجود تھی۔ وہی توریت کی تعلیمات عملدرآمد کے لئے کافی سمجھی گئی تھیں۔ اور یہودی توریت کے احکام اور تعلیمات کے قائل اور اُن پر قائم تھے۔ ہاں بعض اخلاقی کمزوریاں تھیں جو ان میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اور یہ صاف بات ہے کہ صرف اخلاقی کمزوریوں کا دور کرنا اُن نقصانات کو بتلا دینا یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ایک معمولی درجہ کا آدمی بھی ایسا کر سکتا ہے۔ اور اخلاقی واعظ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے مسیح کا نام محمد نہ رکھا گیا۔ کیونکہ اُن کی خدمات ایسی اعلیٰ درجہ کی نہ تھیں۔ اسی طرح پر موسیٰ علیہ السلام جب آئے۔ گو وہ ایک شریعت لے کر آئے۔ مگر اُن کا بڑا کام بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانا ہی تھا حالانکہ وہ قوم چار سو برس کی تلخیوں اور مصیبتوں کی وجہ سے بجائے خود اس بات پر آمادہ اور تیار تھی کہ کوئی ایسی تحریک ہو تو وہاں سے نکل کھڑے ہوں۔ مادہ تیار تھا صرف تحریک اور محرک کی ضرورت تھی۔ انسان جب کسی بیگار یا بیجا مشقت میں پکڑا جاوے تو وہ خود اس سے نجات پانی چاہتا ہے اور نکلنے کی خواہش کرتا ہے۔ پس جب بنی اسرائیل فرعون کی غلامی میں پریشان ہو رہے تھے۔ اور اندر ہی اندر وہ اس سے رہائی پانے کی فکر میں تھے۔ اسوقت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر جب انھیں کہا کہ میں تم کو فرعون کی غلامی سے نجات دلاؤں گا۔ تو وہ سب تیار ہو گئے — بنی اسرائیل کے حالات اور واقعات کو بنظر غور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی اصل غرض موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی کیا تھی۔ بڑی بھاری غرض یہی تھی کہ وہ فرعون کی غلامی سے نکلیں۔ چنانچہ روحانی اور خدا پرستی کے متعلق وہ ہمیشہ ٹھوکر کھاتے رہے۔ اور بیجا گستاخیوں اور شوخیوں سے کام لیتے رہے۔ یہاں تک کہ لن نؤمن لك حتى نرى الله جهرة اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون جیسے کلمات کہدیئے۔ ذرا سی دیر میں گوسالہ پرستی کرنے سے باز نہ آئے۔ اور بات بات پر ضد اور اعتراض سے کام لیتے۔ اُن کے حالات پر پوری نظر کے بعد صاف معلوم دیتا ہے کہ وہ صرف فرعون کی غلامی سے ہی آزاد ہونا چاہتے تھے۔ خود اپنے آپ میں رہبری اور سرداری کی قدر نہ رکھتے تھے۔ اسلئے [illegible] کی بات سننے کے لئے تیار ہو گئے۔ چونکہ بہت تنگ آچکے تھے کہ مرتا کیا نہ کرتا۔ اپنی سرخروئی اُنھوں نے اسی میں سمجھی حضرت موسیٰ کے ساتھ نکل پڑے۔ لیکن آخر موسیٰ کی کامیابیوں کی راہ میں ٹھوکر کا پتھر بنے۔ غرض حضرت موسیٰ کو بہت محنت و مشقت کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ قوم دندان غلامی میں گرفتار تھی اور تیار تھی کہ کوئی آئے تو اُسے قبول کر لیں۔ ایسی حالت میں کئی لاکھ آدمیوں نے ایک دن میں قبول کر لیا۔ اور اُنھوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ وہ کیسی قوم ہے۔ اور موسیٰ کی تعلیم سے اُنھوں نے کیا فائدہ اُٹھایا ہے۔ پس یہاں تک کہ اُن کو مصر سے نکال لیا۔ کوئی بڑا کام نہ تھا۔ اصلاح کا زمانہ جب آیا اور موسیٰ نے جب چاہا کہ ان کو خدا پرست قوم بنا کر وعدہ کی سرزمین میں داخل کریں۔ وہ ان کی شوخیوں اور گستاخیوں اور اندرونی بداعمالیوں میں گذرا یہاں تک کہ خود حضرت موسیٰ بھی اس سرزمین میں داخل نہ ہو سکے۔ اس لئے ان کا نام بھی محمد نہ ہو سکا۔

غرض جہاں تک غور کرتے جاؤ۔ یہ پتہ ملے گا کہ کوئی نبی اس مبارک نام کا مستحق نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی کریم کا زمانہ آگیا۔ وہ ایک خارستان تھا جس میں نبی کریم نے قدم رکھا۔ اور ظلمت کی انتہا ہو چکی تھی۔ میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اسوقت تک گذر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہرگز نہ کر سکتے۔ اُن میں وہ دل اور قوت نہ تھی جو ہمارے نبی کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افترا کرے گا۔ میں نبیوں کی عزت و حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بد نصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا تھا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کے پیش آمدہ کی اگر معرفت ہو اور اس بات پر پوری اطلاع ملے کہ اسوقت دنیا کی کیا حالت تھی اور آپ نے آکر کیا کیا تو انسان وجد میں آکر اللھم صل علیٰ محمد کہہ اُٹھتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ خیالی اور فرضی بات نہیں ہے۔ قرآن شریف اور دنیا کی تاریخ اس امر کی پوری شہادت دیتی ہے کہ نبی کریم نے کیا کیا۔ ورنہ وہ کیا بات تھی جو آپ کے لئے خصوصاً فرمایا گیا ان الله وملٰئكته يصلون على النبي يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما۔ کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی۔ پوری کامیابی۔ پوری تعریف کے ساتھ ایک نبی آیا جو

محمد

کہلایا صلے اللہ علیہ وسلم

(باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ

مجاہد ایران حضرت شاہزادہ عبدالمجید خان رضی اللہ عنہ

نمبر ۳

بابو غلام حسین صاحب لودہانوی (مقیم دہلی) فرماتے ہیں کہ شہزادہ صاحب کبھی کبھی ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ شہزادہ صاحب حضرت دادا صاحب مرحوم سے اللہ کی رضا کے لئے محبت رکھتے تھے اور حضرت دادا صاحب بھی ان کے تقوے و طہارت اور جوش اشاعت دین کیوجہ سے ان کو عزیز سمجھتے تھے۔ جب کبھی شاہزادہ صاحب تشریف لاتے تو حضرت دادا صاحب دودھ وغیرہ کچھ نہ کچھ پیش کرتے اور باصرار پلاتے اور فرمایا کرتے کہ خوب کھایا پیا کرو۔ تاکہ خطبہ جمعہ میں خوب زور سے تقریر کر سکو۔ تم کھاتے تو کچھ نہیں تمہاری آواز کیسے بلند ہو۔ غرض شاہزادہ صاحب بہت ہی کم خور تھے۔ اور اسی طرح کم گفتن و کم خفتن پر بھی ان کا عمل تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ ساری باتیں ان کو جوانی میں حاصل تھیں۔ جبکہ انسان مختلف قسم کی اُمنگوں اور آرزوؤں کا ہیجان اپنے قلب میں پاتا ہے مگر جوان ان تمام خواہشوں کو ذبح کر کے

خدا کے آستانہ پر گر چکا تھا

اس کی زندگی ایک مرتاض زاہد کی زندگی کا نمونہ تھی۔ اوقات ملازمت میں پوری محنت اور دیانت کے ساتھ اپنے فرض کو ادا کرتا۔ اور اس سے فارغ ہو کر **اصلاح نفس اور اشاعت دین** کے شغل میں مصروف رہتا اور نوافل کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے قرب کو حاصل کرنے کے لئے بیتاب اور فکرمند نظر آتا۔

شہزادہ صاحب نے درحقیقت ان تمام جذبات انسانی پر جو علی العموم انسان کو اپنا غلام بنا لیتے ہیں (الا ماشاء اللہ) مغلوب کر کے ایک فتح حاصل کر لی تھی اور یہ سب کچھ دراصل ایک عظیم الشان مقصد کے لئے تیاری تھی۔ جس سے اسوقت خود شاہزادہ صاحب ناواقف تھے مگر علیم بالذات الصدور خدا جانتا تھا کہ وہ عمر کے آخری حصہ میں اشاعت و تبلیغ سلسلہ کے لئے مخصوص ہو کر ایسی جگہ جانے والے تھے۔ جہاں انہیں بعض اوقات بھوکے پیاسے رہ کر اس کام کو سرانجام دینا پڑیگا اسلیئے اللہ تعالیٰ نے شروع ہی میں آپ کو ایسے **مجاہدات** میں سے گزرنے کا موقع دیا۔ اور اس عادت نے آپ کو زمانہ امتحان میں پوری طرح کامیاب فرمایا۔ العرض آپ زہد و ریاضت کا نمونہ تھے مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آپنے کبھی بھی اس سلسلہ میں خلاف شریعت اور بدعتی فقراء کی طرح کوئی طریق یا اُلٹے سیدھے لٹکنے یا دوسری قسم کے مجاہدات یا اذکار کو اپنا دستور العمل نہیں بنایا۔ بلکہ ہمیشہ پابند شریعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **اسوہ حسنہ** پر عامل رہے۔

دیانت و امانت

شہزادہ صاحب جہاں دوسری نیکیوں میں معروف اور قابل رشک نمونہ رکھتے تھے۔ معاملات میں بھی نہایت صاف اور صاحب امتیاز تھے۔ کبھی کسی شخص کو ان کی ساری زندگی میں موقع نہیں ملا کہ معاملات کے سلسلے میں کسی قسم کی شکایت کر سکے۔ وہ پورے امین اور دیانت دار تھے

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ کسی شخص کے اخلاق کا کمال اسوقت تک ظاہر نہیں ہوتا جب تک وہ ان حالات سے نہ گزرے جہاں متخالف قوتوں اور متضاد خواہشوں کے تصادم کا اندیشہ ہو۔ اس حالت میں اگر وہ صراط مستقیم کو ہاتھ سے نہیں دیتا۔ تو کچھ شبہ نہیں ایسے لوگ اولیاء اللہ میں داخل ہوتے ہیں۔ شہزادہ صاحب کی زندگی میں یوں متعدد واقعات ایسے مل سکتے ہیں جہاں ان کی امانت و دیانت کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ایک واقعہ کے بیان سے میں رک نہیں سکتا۔ اسے اُنھوں نے خود ہی برسبیل تذکرہ فرمایا۔ اور وہ بھی اس لئے نہیں کہ اپنے کمال دیانت کا ذکر مقصود تھا۔ بلکہ اسلئے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے اخلاق حسن ظن کا کمال ظاہر ہو۔ آپنے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ لودہانہ میں آئے ہوئے تھے اور حضرت منشی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ کی ڈیوڑھی میں تشریف فرما تھے۔ اور بھی کچھ دوست وہاں موجود تھے۔ آخر دوستوں سمیت اُٹھ کر کسی دوسری جگہ کو چلے گئے۔ راستہ میں یاد آیا کہ کچھ روپیہ تھا اور وہیں پڑا رہ گیا ہے۔ شہزادہ صاحب کو آپنے فرمایا آپ جا کر اُٹھا لائیں۔ شہزادہ صاحب کہتے ہیں کہ میں بھاگا ہوا گیا اور جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ اچھی خاصی ایک گٹھڑی روپیہ کی رکھی ہوئی ہے۔ میں اسے اُٹھا کر لایا وہ اتنی وزنی تھی کہ میں تھک گیا۔ حضرت مولوی صاحب بھی عجیب تھے کہ روپیہ کو مٹی کے برابر بھی نہ سمجھا۔ اور بالکل معمولی سی بات کہدی کہ کچھ روپیہ وہاں رہ گیا ہے وہ عام گذرگاہ تھی اور ہر وقت اندر آنے جانے والے گذرتے تھے۔ اور پھر برسر راہ تھی اگر کوئی شخص اُٹھا کر لے جاتا تو بہت بڑا نقصان ہوتا۔ جب یہ باتیں ہو رہی تھیں تو مکرمی شیخ محمد شفیع صاحب نے کہا کہ:۔

”حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو تو مال سے کوئی محبت نہ تھی مگر **آپ کون سے کم ہیں**۔ دل میں خیال نہ آیا کہ روپیہ کہیں رکھ دیتے اور کہہ دیتے کہ حضور وہاں روپیہ تو نہیں ملا“ آپ اس پر بہت ہنسے اور کہنے لگے کہ ”آپ کو خوب سوجھی واللہ! اس بات کو تیس سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا اور میں نے حضرت خلیفہ اول کی دنیا سے بے پروائی پر اکثر غور کیا۔ مگر **میرے دل میں کبھی یہ وسوسہ یا خیال کبھی نہیں آیا کہ ایسا ہونا ممکن ہے۔**

حضرت شاہزادہ صاحب کی **پاک فطرت** کی یہ ایک موثر اور دل آویز آواز ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بددیانتی یا حُب مالی کا آپکے دل پر کبھی کبھی اثر نہ تھا۔ یہ ایسی ہی پاک فطرت ہے جس کا ایک مظاہرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اخلاق میں پایا جاتا ہے کہ آپنے فرمایا اگر قوم لوط کے معائب کا ذکر قرآن کریم میں نہ ہوتا تو میں سمجھ ہی نہ سکتا تھا کہ اس قسم کی بدی کا ارتکاب بھی دنیا میں ہو سکتا ہے غرض حضرت شہزادہ صاحب نہایت ہی **امین۔ دیانت دار** اور **حب مالی سے بے نیاز** تھے۔

شفقت علی خلق اللہ

حضرت شاہزادہ صاحب نے اپنے عمل سے ہمیشہ یہ ثابت کیا کہ تکمیل ایمان ہو ہی نہیں سکتی جب تک انسان تعظیم اوامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ کی دونوں شاخوں کی تربیت نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے اوامر کی تعظیم کی حقیقت اُسی وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان اس کی مخلوق پر شفقت کرے اور انسان جو مختلف قوتوں اور استعدادوں کو لے کر آیا ہے وہ اخلاق فاضلہ میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک خدا کی مخلوق کے ساتھ اس کے سلوک میں شفقت کا صحیح رنگ نہ ہو۔ وہ شاخ اخلاق انسانی کی جو بیماروں کی عیادت و خبرگیری اور یتامیٰ کی نگہداشت اور شفقت سے سرسبز ہوتی ہے اُسی وقت بارور ہوگی جب انسان اس راہ کو اختیار کرے گا۔ حضرت شاہزادہ صاحب نے اس حقیقت کو خوب سمجھ لیا تھا۔ اسلئے ہر وقت بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے آمادہ رہتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ محبت رکھتے اور اپنی دعاؤں میں سب کی بھلائی کے طالب رہتے جہاں تک ان میں ممکن ہوتا خدا تعالیٰ کی مخلوق کی عملی خدمت کرتے۔ بیماروں کی تیمارداری اور عیادت کرتے۔ محتاجوں۔ اور یتامیٰ اور بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آتے۔ مولوی غلام حسین صاحب لودہانوی کہتے ہیں کہ ”حضرت شہزادہ صاحب کو اس خاکسار کے ساتھ بہت محبت تھی جب میں لاہور سے امتحان پاس کر کے شروع زمانہ ملازمت میں ممالک متوسط میں ملازم ہوا تو آپ مجھے ملنے کے لئے خود گھر پر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ مجھے تمہاری ملازمت سے خوشی بھی ہے اور جدائی کا رنج بھی اور فرمایا کہ ؎

بسفر رفتنت مبارک باد بسلامت روی و باز آئی

یہ واقعہ تو شاہزادہ صاحب کی محبت اور **وضعداری** کی بھی ایک شان کو لئے ہوئے ہے۔ حضرت منشی محمد ابراہیم صاحب رضی اللہ عنہ کے خاندان سے شہزادہ صاحب کو محبت تھی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت تھی۔ اور اسی کے تقاضے سے وہ گاہے ماہے حضرت منشی صاحب مرحوم کے ہاں جاتے اور اسی سلسلہ میں آپکے خاندان کے ہر چھوٹے بڑے سے آپ کو محبت تھی۔ اس میں شک نہیں کہ بعض مناسبتوں کے لحاظ سے انسان کے تعلقات بعض لوگوں کے ساتھ ایک خصوصی رنگ رکھتے ہیں۔ لیکن جو چیز انسانی تعلقات میں قابل قدر ہوتی ہے وہ

الحب للہ والبغض للہ

انسان کی محبت اور بغض میں خدا تعالیٰ ہی کی رضا ہو۔ انسان کسی سے محبت کرے تو اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے اسے محبت کرنے اور تعلقات بڑھانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ اور اگر کسی سے ناراض ہو تو صرف اس لئے اس سے ناراض ہو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام و ارشاد کے نیچے ہے اور اسی لئے یہ چیز **ایمان** کے شعبہ جات میں داخل ہے حضرت شاہزادہ صاحب کا ایسا ہی عمل تھا۔ ورنہ وہ کسی سے بھی اپنی ذات کے لئے ناراض نہ ہوتے بلکہ ناراض ہونا جانتے ہی نہ تھے لیکن سلسلہ کی غیرت کے لئے اور خدا کی رضا کے لئے اگر کسی سے الگ ہونا پڑے تو وہ اسے نہایت آسان سمجھتے تھے۔ ان کا عمل حضرت مسیح موعود کے اس شعر پر تھا ؎

سہل است ترک ہر دو جہاں اگر رضائے تو
آید بدست اے پئے وجہت دما منم

استقلال و صبر علی البلاء

انبیاء علیہم السلام اور آپکے مخلص متبعین میں استقامت و استقلال اور صبر علی البلاء کی شان بھی عجیب کرشمے دکھاتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ یہی **استقامت** وہ چیز ہے جسکو **فوق الکرامۃ** کہا گیا ہے جب تک انسان مختلف قسم کے ابتلاؤں اور امتحانوں میں سے

گذر کر کامل العیار نہیں ثابت ہوتا۔ اس کا ایمان خطرہ میں رہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ استقامت اور صبر علی البلاء کی تلقین فرماتے ہوئے یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

عشق اندر سرکش و خونی بود تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

ابتلاؤں اور امتحانوں میں جو شخص ثابت قدم نکلتا ہے پھر خدا تعالیٰ کے فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور بشارتوں کا وہ مورد بن جاتا ہے۔ حضرت شاہزادہ صاحب اس امتحان میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے پورے اترے۔ مختلف قسم کے خاندانی ابتلاء بھی ان کی راہ میں تھے۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کی طرف سے مختلف اوقات میں انہیں مختلف تنگیوں میں تنگ کیا گیا۔ اور ہر قسم کی اذیتیں دی گئیں۔ مگر وہ مردانہ وار ان کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے ہی بڑھتے گئے۔ مخالفین نے طرح طرح کی اذیتیں ان کو دیں۔ یہاں تک۔ کہ ان کے خلاف ایک مقدمہ بھی دائر کر دیا گیا۔ یہ مقدمہ لدھیانہ کے مشہور مخالف الرائے مولوی کی طرف سے تھا۔ آپ نے اس مقدمہ میں ہمت و استقامت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ کبھی گھبراہٹ اور بے صبری کا ان سے ظہور نہ ہوا۔ جن لوگوں نے ان ایام میں ان کو دیکھا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ان کے چہرہ سے کبھی بدحواسی اور پریشانی نظر نہیں آئی۔ بلکہ جس طرح پر شادان و خندان وہ رہتے تھے۔ وہی مسکراہٹ ان کے چہرہ پر نمایاں تھی۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے۔ کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ صرف اس لئے کہ میں خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل کی آواز کو سنکر اس پر ایمان لایا۔ اس لئے یہ میری ذات اور نفس کی مخالفت نہیں۔ بلکہ

یہ خدا تعالیٰ کا مقابلہ ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ آپ حق و باطل میں فیصلہ کرے گا۔ اور مجھے اگر اس سلسلہ میں کوئی تکلیف بھی پہونچے۔ تو وہ تکلیف نہیں۔ بلکہ عین راحت ہے۔ اس لئے کہ وہ خدا کی رضا اور راہ میں آئے گی۔ اس استقامت نے ایک کرامت کا نمونہ دکھایا۔ اور مخالفین اپنے منصوبہ میں آپ ہی ناکام و نامراد ہوئے۔ اور شاہزادہ صاحب عزت و احترام کے ساتھ بری ہو گئے۔

مقدمہ سے بری ہونے پر بھی آپ میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ بلکہ دونوں صورتوں اور حالتوں میں آپ خدا تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ رہے۔ مقدمہ کی حالت میں استغفار پڑھتے اور خدا تعالیٰ سے توفیق صبر و استقلال طلب کرتے۔ اور بری ہونے پر شکرگذاری کی روح سے معمور ہو کر اسی کی حمد کرتے تھے۔ (باقی آئندہ)

درخواست دعا

عاجز ڈاکخانہ نہ ہائے تبدیل ہو کر گپس (گلگت) کشمیر عنقریب جا رہا ہے سفر قریباً ۴۰۰ میل کا ہے۔ عیال بھی ہمراہ ہیں۔ چھوٹی لڑکی رشیدہ بیگم و مسٹر حبیب احمد صاحب بھی ساتھ ہیں۔ سارا سفر پیدل ہے۔ احباب درد دل سے دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بخیر و خوبی منزل مقصود پر پہونچائے۔ اور عرصہ دو سال کی ڈیوٹی کے بعد بخیریت اپنے عمر رسیدہ والدین۔ دیگر لواحقین و احباب جماعت ہائے احمدیہ سے ملاقات کرائے۔ جو جو جماعتیں تبلیغی لٹریچر بھجوا سکیں وہ ضرور ارسال فرمائیں۔ والسلام

خاکسار:- عبدالکریم خان یوسف زئی احمدی پوسٹ ماسٹر رامپور کشمیر

میں کیوں کر احمدی ہوا؟

میں بارہا ناظرین کو توجہ دلا چکا ہوں۔ کہ ہر احمدی بھائی اپنے قبول احمدیت کے اسباب اور وجوہات لکھکر بغرض اشاعت روانہ کرے۔ اس سے دوسرے بندگان خدا کو فائدہ پہونچتا ہے۔ اور ایک شہادت حقہ اور ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات لوگ کسر نفسی یا سستی سے سمجھ لیتے ہیں۔ کہ ہمارے حالات میں کوئی ایسی بات نہیں۔ مگر وہ نہیں سمجھتے۔ آخر کسی نہ کسی چیز نے ان کو بھی تو قبول حق کی توفیق دی۔ پس ہر دوست جو اس تحریر کو پڑھتا ہے۔ اب مختصر حالات اور قبول احمدیت کے وجوہات لکھکر روانہ فرما دے:۔ (ایڈیٹر)

تصحیح:۔ میں کیونکر احمدی ہوا! کے باب کے نیچے منشی عبدالعزیز صاحب نے جو اپنی سرگذشت احمدیت شائع کی ہے اس میں ایک واقعہ کی اصلاح میں ضروری سمجھتا ہوں۔ اور ایک امر کی وضاحت واقعہ اصلاح طلب یہ ہے۔ کہ ۲۸ جولائی ۱۹۳۴ء کے الحکم کے صفحہ ۱۱ پر انہوں نے لاہور آریہ سماج کے جلسہ کا ذکر کیا ہے۔ جس میں انہوں نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت اقدس نے ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام شاید سرمہ چشم آریہ ہے۔ یہاں شیخ صاحب کو مغالطہ ہوا ہے۔ حضرت اقدس نے جو کتاب اس تقریب پر لکھی۔ اس کا نام چشمہ معرفت ہے۔ سرمہ چشم آریہ ہوشیار پور کا وہ مباحثہ ہے۔ جو ماسٹر مرلی دھر سے بمقام ہوشیار پور ہوا تھا۔ دوسرا واقعہ جس کی وضاحت کی ضرورت ہے۔ وہ ۲۱ جولائی ۱۹۳۴ء کے الحکم کے صفحہ ۱۱ کالم ۲ میں شائع ہوا ہے۔ جو سالانہ جلسہ کی تقریب سے تعلق رکھتا ہے۔ جس میں بعض لوگوں کو کھانا نہ ملنے کا واقعہ ہے

اس واقعہ کے ذکر کے مختلف مواقع ہیں۔ جو واقعہ شیخ صاحب نے بیان کیا ہے۔ وہ بھی صحیح ہے۔ ایک دوسرے موقعہ پر اسی دن اس مکان میں (جس میں آجکل حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رہتے ہیں) سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر حضور نے اس الہام کو بتایا تھا۔ جو رات گذشتہ کے واقعہ کے متعلق ہوا تھا۔ اس وقت حکیم محمد عمر خان صاحب سامنے کھڑے تھے۔ اور حضرت قبلہ والد صاحب عرفانی بھی موجود تھے اس وقت سالانہ جلسہ کے انتظام میں حضرت والد صاحب قبلہ کے سپرد بھی کام ہوتا تھا۔ اس قدر صراحت سے ان واقعات پر مزید روشنی پڑتی ہے:۔ (ایڈیٹر)

حضرت حاجی بابو محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر کا بیان

مکرمی حضرت عرفانی صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ما آپکے ارشاد کے ماتحت چند سطور تحریر کر رہا ہوں۔ سنہ ۱۹۰۰ء سے میرا تعارف بسلسلہ ریلوے ملازمت بابو الٰہی بخش صاحب مرحوم سے (جو بہشتی مقبرہ میں آرام فرما رہے ہیں) اور خانصاحب منظور الٰہی سے ہوا۔ بھٹنڈہ ہمارے دفتر کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ اول الذکر احمدی ہونیکے بعد وقتاً فوقتاً مجھے تبلیغ احمدیت کرتے رہتے تھے۔ موخر الذکر صاحب نے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کبھی تبلیغ نہ کی تھی۔ بھائی الٰہی بخش صاحب مرحوم نے میرے نام رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو جاری کرا دیا تھا۔ جسکو پڑھنے کو اس واسطے دل نہ چاہتا تھا۔ کہ اس میں حضرت مرزا صاحب (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو بطور نبی پیش کیا جاتا تھا۔ بوجہ اس پرانے عقیدہ کے جو کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے مفہوم کے سبب دل میں جاگزیں تھا۔ میں بوثوق تام کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے حق میں ہمیشہ ادب کا پہلو مدنظر رکھا۔ میں آپؑ کو اسلام کا ایک بزرگ انسان یقین کرتا تھا۔ اور میں بھائی الٰہی بخش مرحوم کا نمونہ میرے لئے بڑا دلربا تھا۔ آخر میں نے آں مرحوم سے وعدہ کر لیا۔ کہ میں حضرت صاحب کو سچا تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن میں بیعت تو حضور کے ہاتھ پر ہی کرونگا (تحریری طور پر بیعت میرے واسطے ایک اجنبی سا معاملہ تھا) کاش میں ان کی بات کو مان لیتا۔ ریلوے میں ان ایام میں رخصت شادی غمی کے موقعوں پر بھی بمشکل ہی ملتی تھی۔ اس لئے میں نے ایک ماہ کی رخصت کے واسطے دیر سے نام درج رجسٹر کرا دیا تھا۔ اور یہ رخصت مجھے اس وقت ملی۔ جبکہ حضرت مسیح موعود الف الف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو چکا تھا۔ جولائی سنہ ۱۹۰۸ء موسم برسات میں بسواری یکہ دارالامان میں آیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الموعود اولؓ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

احمدیت کی نعمت کا حصول جہاں تک مجھے یقین ہے۔ وہ صرف مجھے اپنی والدہ مکرمہ کی دعاؤں کے سبب سے ہوا۔ میری والدہ مرحومہ تہجد گذار اور شب بیدار خاتون تھیں۔ اور میں انکی اس دعا کو سنکر کہ الٰہی میری اولاد کو مسلمان بنا۔ ہمیشہ تعجب ہی کیا کرتا تھا کیونکہ میں سات آٹھ سال کا تھا۔ اور سمجھتا تھا۔ کہ ہم مسلمان تو ہیں۔ لیکن اب معلوم ہوا۔ کہ اس کا صحیح مفہوم کیا تھا۔ گویا مسلماں را مسلماں باز کردند کی تصدیق تھی۔ میری والدہ مرحومہ کی تربیت دینی میرے والد مرحوم نے کی۔ جو کہ میری شیرخوارگی میں فوت ہو گئے تھے۔ نماز روزے وغیرہ کا میں اپنی والدہ مکرمہ کے طفیل شروع سے پابند تھا۔ خلافت ثانیہ کی بیعت بلا کسی تامل کے میں نے کر لی تھی۔ اگرچہ خانصاحب منظور الٰہی نے مخالف ٹریکٹ وغیرہ بھجوائے تھے۔ خلافت کے انکار کے وبال سے میرا بچاؤ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا۔ جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کے سبب مجھ پر نازل ہوا۔ علاوہ ازیں میری پیاری والدہ مرحومہ کی وہ دعائیں ہی تھیں۔ جنکا اوپر ذکر ہوا۔

میں الحکم کے جملہ ناظرین سے عموماً اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت ام المومنین اور اہل بیت رسالت سے بصد منت التجا کرتا ہوں۔ کہ وہ میرے خاتمہ بالخیر کیلئے دعا فرما دیں۔ اور نیز میری اولاد کے خادم دین ہونیکے لئے۔ والسلام مع الاکرام

خاکسار:۔ محمد اسمٰعیل

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت نہ ہو

پچاس سال پیشتر کے حالات و واقعات مقالات و الہامات

ایک عرصہ سے یہ سلسلہ جاری نہ رکھا جا سکا۔ آج ضروری سمجھا گیا کہ اس موضوع پر کچھ نہ کچھ شائع کیا جائے تاکہ یہ سلسلہ ٹوٹ نہ جائے (ایڈیٹر)

۱۸۸۴ء کی ابتدا تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسوقت بلکہ اس سے بھی قبل یہ بتلا دیا تھا کہ لوگوں کا ایک رجوع آپ کی طرف ہوگا۔ مگر ان میں بعض ایسے ہونگے جو حضور کو اپنی ہوا و ہوس کے ماتحت نہ پاکر منقطع ہو جائیں گے۔ اور بعض ایسے بھی ہوں گے جو یہ مشورہ دیں گے کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اپنی وضع بدل لیں۔ مگر حضور ایسے لوگوں کا مشورہ مسترد فرمائیں گے۔ لیکن حضور کا عزم جھکیگا نہیں۔ اور حضور ان کو پھر اپنی امامت کی طرف بلائینگے۔ مگر وہ نہیں آئینگے۔ تب حضور بھی ان سے کنارہ کش ہو جائینگے۔ چنانچہ حضور نے اپنے ایک مکتوب میں میر عباس علی صاحب کو لکھا کہ:-

"ایک رات خواب میں دیکھا کہ کسی مکان میں جو یاد نہیں رہا یہ عاجز موجود ہے۔ اور بہت سے نئے نئے آدمی جن سے سابق تعارف نہیں ملنے کو آئے ہوئے ہیں اور آپ بھی ان کے ساتھ موجود ہیں (یعنی میر عباس علی صاحب) مگر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اور مکان ہے۔ ان لوگوں نے اس عاجز میں کوئی بات دیکھی ہے جو ان کو ناگوار گزری ہے۔ سو ان کے دل منقطع ہو گئے۔ آپ نے اسوقت مجھے کہا کہ وضع بدل لو میں نے کہا نہیں بدعت ہے۔ سو وہ لوگ بیزار ہو گئے اور ایک دوسرے مکان میں جو ساتھ ہے جا کر بیٹھ گئے۔ تب شاید آپ بھی ساتھ ہیں۔ میں انکے پاس گیا تا امامت سے ان کو نماز پڑھاؤں پھر بھی انھوں نے بیزاری سے کہا کہ ہم نماز پڑھ چکے ہیں۔ تب اس عاجز نے ان سے علیحدہ ہونا اور کنارہ کرنا چاہا۔ اور باہر نکلنے کے لئے قدم اٹھایا۔ معلوم ہوا کہ ان سب میں سے ایک شخص پیچھے چلا آتا ہے۔ جب نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ ہیں۔"

۱۸۸۴ء کا یہ رویا کسقدر وضاحت سے پورا ہوا۔ بہت سے لوگ جو ابتدائی زمانہ میں آپ کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ آپ کا رنگ عام صوفیوں یا زاہدوں کا رنگ ہے اور اسی خیال سے وہ جمع ہوتے تھے۔ مگر جب انھوں نے آپکا قدم منہاج نبوت پر دیکھا تو ان کو ٹھوکر لگی۔ اور آپ کو اسلام سے خارج خیال کرنے لگے۔ چنانچہ اسی مکتوب میں آپ فرماتے ہیں

"یہ عاجز معمولی زاہدوں اور عابدوں کے مشرب پر نہیں اور نہ ان کی رسم و عادت کے مطابق اوقات رکھتا ہے بلکہ ان کے پیرایہ سے نہایت بیگانہ اور دور ہے۔"

ایسے لوگ جو کسی شخص کو اپنے خیال کے مطابق خیال کر کے جمع ہو جایا کرتے ہیں۔ ان کو اکثر ٹھوکر لگا کرتی ہے۔ کیونکہ وہ راسخ العقیدت نہیں ہوتے محض شوق اور ارادت کوئی چیز نہیں ہوتا — بلکہ ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ ایک نہ ٹلنے والا اخلاص ہو۔ جو کسی صورت میں نہ مٹے۔ حضور فرماتے ہیں:-

"لوگوں کے شوق اور ارادت پر آپ خوش نہ ہوں۔ حقیقی شوق اور ارادت کہ جو لغزش اور ابتلاء کے مقابلہ پر کچھ ٹھیرے لاکھوں میں سے کسی ایک کو ہوتا ہے۔"

آپ فرماتے ہیں کہ:-

"اس مشرب کے لوگوں کی خدمت میں ارادت کے ساتھ آنا آسان ہے۔ مگر ارادت کو سلامت لے جانا مشکل ہے۔ بات یہ ہے کہ خدا کو ہر ایک زائر کا ابتلا منظور ہے۔ تا وہ انپر ان کی چھپی ہوئی بیماریاں ظاہر کرے۔ سو نہایت بدقسمت وہ شخص ہے جو اس ابتلا کے وقت تباہ ہو جائے۔ کاش اگر وہ دور کا دور ہی رہتا تو اسکے لئے اچھا ہوتا۔ ابوجہل کچھ زیادہ شریر نہ تھا پر رسالت کے زمانے نے اس کا پردہ فاش کر دیا۔ اگر کسی بعد کی صدی میں کسی مسلمان کے گھر پیدا ہو جاتا تو شاید وہ خبث اس کی چھپی رہتی۔ سو خبث امتحان پر ظاہر ہوتی ہے۔"

اس سے ان کی حالت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ جس چیز کو اخلاص و ارادت خیال کرتا ہے۔ در اصل وہ اخلاص نہیں ہوتا۔ اپنے نفس اور خواہش کے ذرا بھی خلاف دیکھتا ہے۔ تو وہ اخلاص و ارادت یوں اڑ جاتا ہے۔ جیسے ہوا کے جھونکے سے مچھر اڑ جاتا ہے۔

اب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اخلاص و ارادت کے نام سے آملتے ہیں۔ انھوں نے اپنے ذہن میں ایک خاص شریعت سمجھی ہوئی ہوتی ہے جو اس کے مطابق جب نہیں دیکھتے تو ان کا اخلاص اڑ جاتا ہے اور ان کو ٹھوکر لگتی ہے۔ پس ایسے لوگ اپنے اخلاص کے دعوے میں جھوٹے ہوتے ہیں۔ وہ در اصل لاف زن ہوتے ہیں اور کچھ نہیں۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ آپ لوگوں کو اپنے پاس آنے سے بھی روکتے تھے۔ خلوت اور تنہائی آپ کو پسند تھی اور کوئی کام آپ خدا تعالیٰ کی منشاء کے بغیر نہ کرتے تھے چنانچہ حضور لکھتے ہیں:-

"بعد سلام مسنون آں مخدوم کا عنایت نامہ پہنچا یہ عاجز اگرچہ بہت چاہتا ہے کہ آں مخدوم کے بار بار لکھنے کی تعمیل کی جائے۔ مگر کچھ خداوند کریم کی طرف سے ایسے اسباب آپڑتے ہیں کہ رک جاتا ہوں۔ نہیں معلوم حضرت احدیت کی کیا مرضی ہے عاجز بندہ بغیر اس کی مشیت کے قدم نہیں اٹھا سکتا ......"

لوگوں کو روکنے کے متعلق فرمایا:-

"ہر ایک کو اس جگہ آنے سے روک دیں اور جو پردہ غیب میں مخفی ہے اس کے ظہور کے منتظر رہیں۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے نصف صدی قبل آپ کی کیا حالت تھی۔ خدا تعالیٰ کے منشاء کے بغیر کسی کو خط لکھنا اور کسی سے ملنا بھی دو بھر تھا لوگوں کی نگاہوں سے بالکل مستور تھے خدا تعالیٰ نے اسوقت آپ کو بتلایا تھا کہ لوگوں کو تم سے بیزاری ہوگی۔ بہت سے لوگ آئینگے۔ مگر وہ صادق الارادت نہیں ہونگے۔ تیرا وجود ان کے لئے باعث ابتلا ہوگا۔ اور بہت سے اسوقت جو مکر و خبث کی ردا اوڑھے بیٹھے ہیں ان کا پردہ چاک ہوگا۔ اور ان کا خبث کھل جائے گا۔ اور ان کے گند اسطرح گھناؤنے معلوم ہوں گے جیسے کوڑھی جسم مکروہ گھناؤنا معلوم ہوتا ہے آج ذرا غور کر کے دیکھو کہ وہ سب لفظ لفظ پورا ہوا یا نہیں۔

خدا تعالیٰ کے ہزاروں سلام اور درود اور رحمتیں نازل ہوں اُس زمانے کے نبی اور اس کے متبوع اعظم پر

صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت سے کیا چاہتے تھے؟

حضور کے اپنے الفاظ میں

اے میری جماعت خدا تعالےٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفر آخرت کیلئے ایسا تیار کرے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو۔ کہ دنیا کچھ چیز نہیں ہے لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کیلئے ہے۔ اور بدقسمت ہے۔ وہ جسکا تمام ہم و غم دنیا کیلئے ہے۔ ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے۔ تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔

اے سعادتمند لوگو! تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو۔ جو تمہاری نجات کیلئے مجھے دی گئی ہے۔ تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔ نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے۔ وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے۔ کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ۔ اور نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں۔ مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا۔ تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو۔ سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے۔ اگر تم اس چند روزہ دنیا میں ان کی بدخواہی کرو۔ خدا تعالےٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجا لاؤ۔ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دعا کرو۔ کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے۔ اور تمہارے دلوں کو صاف کرے۔ کیونکہ انسان کمزور ہے۔ ہر ایک بدی جو دور ہوتی ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کی قوت سے دور ہوتی ہے اور جبتک انسان خدا سے قوت نہ پاوے۔ کسی بدی کے دور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں ہے، کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ۔ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے۔ کہ تمہاری روحیں خدا تعالےٰ کے آستانہ پر گر جائیں۔ اور خدا اور اسکے احکام ہر ایک پہلو کی رو سے تمہاری دنیا پر ...... مقدم ہو جائیں۔

اے میری عزیز جماعت! یقیناً سمجھو۔ کہ زمانہ اپنے آخر کو پہونچ گیا ہے۔ اور ایک صریح انقلاب نمودار ہو گیا ہے۔ سو اپنی جانوں کو دھوکہ مت دو۔ اور بہت جلد راستبازی میں کامل ہو جاؤ۔ قرآن کریم کو اپنا پیشوا پکڑو۔ اور ہر ایک بات میں اس سے روشنی حاصل کرو۔ اور حدیثوں کو بھی ردی کی طرح مت پھینکو۔ کہ وہ بڑی کام کی ہیں۔ اور بڑی محنت سے انکا ذخیرہ تیار ہوا ہے، لیکن جب قرآن کے قصوں سے حدیث کا کوئی قصہ مخالف ہو۔ تو ایسی حدیث کو چھوڑ دو۔ تا گمراہی میں نہ پڑو۔ قرآن شریف کو بڑی حفاظت سے خدا تعالےٰ نے تمہارے تک پہنچایا ہے۔ سو تم اس پاک کلام کا قدر کرو۔ اس پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھو۔ کہ تمام راستروی اور راستبازی اسی پر موقوف ہے۔ کسی شخص کی باتیں لوگوں کے دلوں میں اسی حد تک موثر ہوتی ہیں جس حد تک اس شخص کی معرفت اور تقویٰ پر لوگوں کو یقین ہوتا ہے

پس تم خوش ہو۔ اور خوشی سے اچھلو۔ کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے۔ تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے۔ اور آسمانی سکینت تم پر اُترے گی۔ اور روح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے۔ اور خدا ہر قدم میں تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سنو۔ اور چپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو۔ اور حتے المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو۔ تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو۔ کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں۔ اور دل ان کے خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں۔ انہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ اور وہ انکے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ دنیا صادق کو نہیں دیکھتی۔ پر خدا جو علیم و خبیر ہے۔ وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے۔ پس اپنے ہاتھ سے اس کو بچاتا ہے۔ کیا وہ شخص جو سچے دل سے تم سے پیار کرتا ہے۔ اور سچ مچ تمہارے لئے مرنے کو بھی تیار ہوتا ہے۔ اور تمہارے منشاء کے موافق تمہاری اطاعت کرتا ہے۔ اور تمہارے لئے سب کچھ چھوڑتا ہے۔ کیا تم اس سے پیار نہیں کرتے۔ اور کیا تم اس کو سب سے عزیز نہیں سمجھتے۔ پس جبکہ تم انسان ہو کر پیار کے بدلہ میں پیار کرتے ہو۔ پھر کیونکر خدا نہیں کرے گا۔ خدا خوب جانتا ہے۔ کہ واقعی اس کا وفادار دوست کون ہے اور کون غدار اور دنیا کو مقدم رکھنے والا ہے۔ سو تم اگر ایسے وفادار ہو جاؤ گے۔ تو تم میں اور تمہارے غیروں میں خدا کا ہاتھ ایک فرق

مولودِ مسعود

۱۵ اگست کی شب کا پچھلا حصہ آل یعقوب کیلئے بہت بڑی مسرت لیکر آیا۔ جبکہ ٹھیک ڈیڑھ بجے۔ اللہ تعالےٰ نے عزیز مکرم شیخ یوسف علی صاحب عرفانی کو تیسرا فرزند اور خاندان یعقوب کے بانی حضرت والد صاحب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی قبلہ کو چھٹا پوتا عطا فرمایا۔ اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے آل یعقوب میں ایک جدید ممبر کا اضافہ فرما دیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

میں اس تقریب پر تمام خاندان کی طرف سے حضرت والد صاحب اور حضرت والدہ صاحبہ کی خدمت میں ہدیہ مبارکباد عرض کرتا ہوں۔

نیز تمام احباب جماعت سے درخواست ہے۔ کہ وہ مولود کیلئے دعا فرمائیں۔ کہ وہ خاندان کیلئے قرۃ العین نافع الناس خادم دین۔ لمبی عمر پانیوالا ہو۔ آمین۔ (محمود احمد عرفانی)

مبلغین احمدیت کے کارنامے!

(۵)

زنداں میں خاک آلودہ مبلغ

جولائی ۱۹۲۴ء میں ایک قافلہ جس میں تین سرفروش تھے ہندوستان سے باہر روانہ ہوا۔ جس میں ہمارا وہ مبلغ بھی تھا جس کا تذکرہ آج مقصود ہے یہ مبلغ ایران کے راستہ بخارا کو جا رہا تھا۔ دزداب سے مشہد تک جو سو میل کا جنگل ہے اس جنگل کو ہمارے مبلغ نے پینتالیس دن میں طے کیا۔ راستہ میں بہت سے ایسے مقامات سے گزرنا پڑا جہاں جانور پانی نہ ملنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ کئی ایسی تلخ گھڑیاں ہمارے مبلغ پر گزریں جبکہ وہ شدت پیاس سے تڑپا۔ مگر خدا نے ان تلخ گھڑیوں سے اسے نکال لیا۔ اور یہ مبلغ حدود روس میں داخل ہو گیا۔ ہمارا یہ مبلغ نوجوانی کے ابتدائی حصہ میں تھا۔ داڑھی تھوڑی تھوڑی نکلی تھی۔ پتلا دبلا آدمی تھا۔ اور جسم بھی کمزور تھا۔ وہ ایسے گھرانے کا آدمی تھا جس نے کبھی مشقت برداشت نہیں کی تھی۔ مگر اس نے اس منزل کو ہمت اور جوش سے طے کیا۔ روس کی حدود میں داخل ہوتے ہی قید ہو گیا۔ جہاں اسے طرح طرح کے تنگ کئے گئے اور اسے مقید کر دیا گیا۔ اسوقت اس کے ساتھ کے قیدیوں نے اسے کہا کہ تم اگر **انگریزی رعایا ہونے سے انکار کردو** تو روسی گورنمنٹ تم کو چھوڑ دے گی۔ ورنہ وہ تم کو نہ صرف قید کرے گی بلکہ تم کو سخت عذاب دے گی۔

اب ہمارے مبلغ کے سامنے ایک حیران کن مسئلہ تھا۔ ایک طرف **قید، ذلت** اور **عذاب** تھا۔ اور دوسری طرف آرام و راحت تھی۔ آرام تو ایک ذرا سا جھوٹ بولنے سے ملتا تھا۔ اور قید اور ذلت سچائی کے عوض بھگتنی پڑتی تھی۔ اس کے قلب میں ایک جنگ تھی کہ میں کسے اختیار کروں؟ اس نے سوچا اور غور کیا۔ بالآخر اس نے اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے جھوٹ کو ٹھکرا دیا اور فیصلہ کر لیا کہ احمدیت کا مبلغ ہر حالت میں سچ بولے گا خواہ کچھ ہو۔ اس نے اپنے دل سے کہا کہ تو حق کا منادی ہے اگر تجھے حق کے لئے **موت کا پیالہ** بھی پینا پڑے تو پینا چاہیئے۔ پس اس نے ہر مشورہ دینے والے کو اس کے منہ پر اسکا مشورہ مارا اور اپنی نجات کے لئے کبھی جھوٹ نہ بولا۔

ہمارے قیدی کو اشقاباد کی جیل سے جہاں گرفتار کیا گیا تھا عشق آباد لیجایا گیا۔ جہاں اس نے ایک دوسرے قیدی سے روسی زبان سیکھنی شروع کی۔ لوہے کی سیاہ انگیٹھی کی تختی تھی اور مٹی کی ڈلی قلم۔ اس طرح جیل خانہ میں یہ مدرسہ تین ماہ تک جاری رہا۔ تین ماہ کے بعد عشق آباد سے تاشقند لے گئے اس طرح مختلف قید خانوں میں گھماتے پھرے اور تکلیف پر تکلیف دینے لگے اور عذاب کے لئے مختلف حیلے تراشتے تا کہ ان حیلوں بہانوں سے ہمارے قیدی کے قتل کا فتویٰ دے سکیں۔ حتیٰ کہ وہ خود اپنی سرگزشت یوں لکھتا ہے:۔

میں ان کے خون آشام چہرے اور ان کی ظاہری صورت دیکھ کر اس طرح معلوم کرتا تھا نہیں بلکہ یقین کرتا تھا کہ یہ میری موت کے بھوکے اور میرے خون کے پیاسے ہیں جب انہوں نے دیکھا کہ یہ بہت کم سوتا ہے تو وہ مجھے روٹی اور پانی میں کونین ڈال کر دینے لگے۔ تو میں کئی کئی وقت کھانا نہ کھاتا اور نہ پانی پیتا۔ آخر جب پیاس لگتی تو بے اختیار اپنے کمرے سے حاکم کو آواز دیتا

اے حاکم جس طرح سب قیدیوں کو نل سے پانی لینے کی اجازت ہے مجھ کو بھی اجازت دے کہ میں بھی وہاں جا کر پانی پیوں کہ میں سخت پیاسا ہوں اے حاکم میں نے مدت سے پانی نہیں پیا۔ مجھ کو اچھا اور صاف پانی دے۔

الغرض زیادہ بولنے کے باعث جو میں کمرے میں بند رہ کر ان کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر آوازیں دیتا۔ کئی کئی وقت پانی نہ پینے اور کئی کئی دن کھانا نہ کھانے ...... اور بہت کم سونے کے باعث غم و فکر کے سبب **سخت لاغر اور کمزور ہو گیا۔**"

ہمارا قیدی مبلغ جب اپنی مظلومیت کی داستان بلند آواز سے حاکم اعلیٰ تک پہنچانے کی سعی کرنے لگا تو چار پانچ سپاہی اس کے کمرے میں آئے اور اسے پکڑ کر ایک دوسرے کمرے میں لے گئے اور ایک مضبوط رسّے سے باندھنے لگے۔ اس نے جلدی سے دونوں ہاتھوں سے رسّہ پکڑ لیا۔ تب انھوں نے **اپنے بوٹوں کی ٹھوکروں، رسّوں اور سوٹوں سے اسے مارنا شروع کیا۔ ان کے چانٹے اس کے منہ پر پڑتے تھے ان کے بوٹوں کی ٹھوکریں اس کی کمر کو توڑے دیتی تھیں۔** جب اس پر بھی ہمارے بے گناہ قیدی نے رسّہ نہ چھوڑا تو اس کے **منہ اور ناک میں کپڑا ٹھونس دیا گیا** جس سے سانس رک گیا۔ اور رسہ چھوٹ گیا۔ تب انھوں نے اسے **ایک لکڑی کے تختہ کے ساتھ ایک نعش کی طرح باندھ دیا۔ اور اس بے دردی سے باندھا کہ خود بخود چیخیں نکلنے لگیں۔** وہ بہادر خود بخود اپنی سرگزشت یوں لکھتا ہے:۔

"**مجھ کو رسے سے تختہ پر اس قدر جکڑا کہ میری بے اختیار چیخ نکل گئی۔** میں نے خدا کا واسطہ دیا کہ کسی طرح میرے پیچھے کے دونوں ہاتھوں کو تو کھول دو مجھ کو سخت درد ہے جس کو میں برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر اسوقت وہ میرے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ اسلئے میری **آہ و زاری** اثر نہ کر سکی۔ **مجھے اس تختہ سے جکڑ کر ایک تاریک کمرے میں پھینک دیا۔ میں ساری رات چلاتا اور شدت درد کے باعث جاگتا رہا۔ یہ درد کچھ اسطرح کی شدید تھی کہ اگر عمر بھر کے تمام درد دکھ اور تکلیفوں کو جمع کر کے موازنہ کیا جائے۔ تو پھر بھی یہ تھوڑے عرصہ کی درد بڑھ جائیگی**

باوجودیکہ اس رات میں سخت کرب و بلا میں مبتلا تھا اور درد کے مارے میری جان نکلی جاتی تھی۔ مگر میں دعاؤں میں لگا رہا۔ اور خدا سے رو رو کر التجائیں کرتا رہا کہ مولا کریم یہ تو **ہو کر رہے گا کہ اس ملک میں تیرے نام کی تمجید ہو اور تیرے مامور کی لائی ہوئی روشنی یہاں پھیلے۔ مگر مجھے اس نعمت سے محروم نہ رکھ اور موقع اور توفیق دے کہ میں تیرے پیارے کا پیغام یہاں والوں کو سناؤں اور انھیں تیرا اور تیرے مامور کا شیدا بناؤں۔**"

الغرض اس حالت میں بھی ؎

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

دعاؤں میں لگا رہا۔ لکڑی سے بندھا ہوا مبلغ چل نہ سکتا تھا

پیشاب کی حاجت ہوئی تو لیٹے لیٹے جسم پر پیشاب کیا گرمی سے جلا ہوا پیشاب جہاں پڑا اس نے چمڑا اتار کر رکھ دیا۔ اور صبح تک اس کھولتے ہوئے پیشاب کے تیزاب نے بدن پر زخم ڈال دیئے۔ **خون نے بہہ کر جسم کو لت پت کر دیا**

اسوقت ہمارے مبلغ کا **چہرہ اور سر اگر ایک طرف زخمی تھا تو دوسری طرف مٹی اور غبار سے خاک آلود۔** وہ اس حال میں خوش اور مست تھا اور زبان حال سے کہہ رہا تھا ؎

اے محبت عجب آثار نمایاں کر دی
زخم و مرہم بره یار تو یکساں کر دی

دوسرے دن ایک روسی حاکم کے سامنے ہمارا بے گناہ قیدی پیش ہوا۔ جسے مخاطب کر کے اس نے کہا کہ:۔

"**اے حاکم!** آج رات تیرے سپاہیوں نے مجھ کو سخت مارا اور زخمی کیا اور اس کے ساتھ مجھے تختے سے جکڑ کر ساری رات ایک تاریک کمرے میں پھینک دیا۔ **اے حاکم! میرا کوئی جرم نہیں سوائے اسکے کہ میں ایک مبلغ اور مشنری ہوں۔ جو صرف خدا کا نام بلند کرنے کے لئے تیرے ملک میں آیا ہوں**"

اسطرح سے ہمارا بے گناہ قیدی ایک عرصہ تک روس کے قید خانے کی کوٹھڑیوں میں خاک آلود رہا۔ اور اس نے ماریں کھانا اور گالیاں سننا کہ وہ سچائی کی منادی کرنے کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ جو اس زمانے کے لئے آسمان سے اتری تھی۔

اس ساری تکلیف اور اس سارے دکھ میں اگر کوئی چیز اسکے لئے باعث آرام تھی تو وہ یہ کہ **وہ حق کے لئے کفن باندھ کر گھر سے نکلا ہے**

اس کی چیخیں روس کی فضا میں آج تک سرگرم پرواز ہیں۔ اس کے خون کے قطرے اس زمین پر اپنا اثر ظاہر کئے بغیر نہ رہیں گے۔

لینن کا تخت گاہ
ایک دن مٹے گا۔ اور مملکت الحاد کی دھجیاں فضا میں اڑتی نظر آئینگی۔

جانتے ہو یہ جانباز مبلغ کون تھا؟ یہ جانباز مبلغ

مولانا ظہور حسین صاحب
مبلغ بخارا ہیں

(محمود احمد عرفانی)

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع ترابِ منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا)